

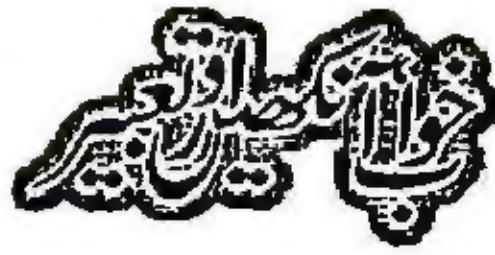
خواب آنکھیں اور تعبیر

پاک سوسائٹی

ڈاٹ کام
سعدیہ عابد

www.paksociety.com

www.paksociety.com



سعدیہ عابد

تیری ان جھیل سی آنکھوں میں اُترتا ہے مجھے
اور اس چاہ کی ہر حد سے گزرنا ہے مجھے
تم بھری دنیا کی نظروں سے بچالو مجھ کو
اب پناہوں میں تیرے دل کی اُترتا ہے مجھے

بھاگتے بھاگتے وہ سایہ ایک لڑکی کے سر اُپے میں
ڈھل جاتا وہ جب اس لڑکی کا چہرہ دیکھنے کی کوشش
کرتا تو اس کا کوئی بھی نقش سوائے آنکھوں کے واضح
نہ ہوتا صرف دو آنکھیں جو کبھی ہنستی مسکراتی زندگی
بکھیرتیں تو کبھی درد کا ایک جہان اپنے اندر سموئے
اس کی دنیا تہہ و بالا کر جاتیں اور وہ دھندلا سا عکس
اسے بے چین کر کے غائب ہو جاتا۔

ہیمان شاہ خواب ٹوٹنے سے قبل بہت کوشش کرتا
اس سایہ کے پیچھے بھاگتا اس کے نزدیک جا کر ان
سیاہ غموں کو چھونے کی جیسے ہی کوشش کرتا ایک
خوبصورت قہقہہ اسے ایسا کرنے سے روک دیتا وہ
ٹھٹک کر یہاں وہاں دیکھتا مگر خوبصورت نسوانی قہقہے
کی بازگشت اسے خفیف سا کر کے اٹھے ہاتھ کو گرانے
پر مجبور کر دیتی جیسے ہی اس کا ہاتھ گرتا اس کی آنکھ کھل
جاتی وہ اس خواب سے اتنا مانوس ہو گیا تھا کہ آنکھ
کھلنے کے بعد بھی اس احساس کے تحت پلکیں بند رکھتا
کہ وہ آنکھیں اس کی پتلیوں پر لہرا رہی ہیں لیکن
آسمان سے زمین تک کا جو فاصلہ تھا وہی فاصلہ ان

رات دیکھی ہے پھلتی ہوئی رنجیر کوئی
مجھے بتلائے گا اس خواب کی تعبیر کوئی
پڑھنے بیٹھوں تو ابھرتی ہیں ہر صفحہ پر
سیاہ آنکھوں کی ہنستی ہوئی تحریر کوئی
وہ گہری نیند سے یک دم ہڑبڑا کر اٹھا کمرے کی
فضا سے مانوس ہونے میں کافی وقت لگا۔ سویا ہوا
ذہن جیسے ہی بیدار ہونے لگا تو محسوس ہوا کہ وہ اب
تک خواب کی ہی کیفیت میں ہے وہ سپنا جو بند
آنکھوں کے پیچھے جگمگا رہا تھا اس کی شبیہ ماند نہیں
پڑی تھی۔ دو سیاہ خوبصورت نین کنول کمرے کی
تاریکی میں اپنا نور بکھیر رہے تھے خواب ٹوٹ
چکا تھا اور وہ اب تک خواب ہی میں جی رہا تھا۔

ہیمان شاہ نے ہاتھ بڑھا کر سائیڈ لیپ آن کیا
اور جگ سے گلاس میں پانی انڈیل کر ایک ہی سانس
میں چڑھا گیا گھڑی میں ٹائم دیکھا تو وہی روز کی
طرح ساڑھے چار ہو رہے تھے۔ پچھلے چھ برسوں
سے وہ ایک ہی خواب دیکھ رہا تھا کہ ایک سایہ سا ہے
جس کے پیچھے وہ اندھا دھند بھاگ رہا ہے اور

آنکھوں اور اس کے خواب کے درمیان حائل تھا اور یہ فاصلہ وہ پاٹنا چاہتا تھا ہر ایک لڑکی کی آنکھیں صرف اسی لئے غور سے دیکھتا کہ کہیں تو خواب والی آنکھیں اسے نظر آئیں اور چھ برس گزرنے کے بعد بھی وہ ناکام تھا۔

”ہوئی بیٹے! شام کو جلدی گھر آ جانا مسز ولید کی پارٹی میں جانا ہے۔“

”سوری مام! آج میری بہت امپورٹنٹ میٹنگ ہے۔“

”ایک میٹنگ کینسل کر دو گے تو بزنس پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ میں چاہتی ہوں تم نوشاہ سے مل لو تو ناشی بہت اچھی لڑکی ہے۔“

”پلیز مام! آپ جانتی ہیں میں اتنی جلد ان جھنجھوٹوں میں نہیں پڑنا چاہتا۔“ ہیمن شاہ ان کی بات کا مذاق سے بولا اور ٹیپکین سے ہاتھ صاف کرنے لگا۔

”دیکھ رہے ہیں باذل اپنے بیٹے کو شادی کے نام سے ہی کترا کر گزرنے کی کوشش کرتا ہے۔ میں پوچھتی ہوں ۲۸ سال کا ہو گیا ہے کیا بڑھاپے میں شادی کرے گا۔“

”ہوئی! تمہاری مام ٹھیک کہہ رہی ہیں اور ویسے بھی ہم کونسا کل تمہاری شادی کر رہے ہیں تم نوشاہ کو دیکھ لو تمہیں پسند آئے گی تب ہی ہم بات آگے بڑھائیں گے۔“

”نو ڈیڈ! میں ابھی قطعی طور پر شادی نہیں کرنا چاہتا اور نوشاہ جیسی لڑکیاں میرا آئیڈیل ہرگز نہیں ہیں۔“

”تمہیں کیسی لڑکی پسند ہے بتاؤ ہمیں تم کسی کو پسند کرتے ہو تو بلا جھجک بتاؤ وہم اسی سے تمہاری شادی کر دیں گے۔“

”ڈیڈی! میری نظر میں کوئی لڑکی نہیں ہے اور ہوتی تو کب کا اپنی زندگی میں شامل کر چکا ہوتا اور جہاں تک آئیڈیل کی بات ہے تو مجھے مغرب زدہ لڑکیاں پسند نہیں ہیں۔ اس معاہدے میں میں ایک کنزرویٹو مرو ہوں۔ مجھے مکمل باحیا اور مشرقی لڑکی اپنی بیوی کے روپ میں اچھی لگتی ہے اور ایسی لڑکی مام آپ کے سرکل میں ملنا تو بہت مشکل ہوگا اور ایک بات یاد رکھئے گا مجھے جس لڑکی سے بھی شادی کرنی ہے اس کی آنکھیں گہری سیاہ ہوں گی اور جس کی آنکھیں ایسی نہیں ہوں گی وہ میری بیوی نہیں ہوگی۔“ وہ ان دونوں کو حیران چھوڑ کر کرسی کھسکا کر اٹھ گیا اور کمرے میں آ کر آفس جانے کی تیاری کرنے لگا۔

□□□

باذل ربانی کا اپنا کنسٹرکشن کا بزنس تھا۔ ہیمن شاہ ان کا اکلوتا بیٹا جس نے لندن یونیورسٹی سے بزنس ایڈمنسٹریشن کی ڈگری لی تھی اور اب دو سالوں سے بزنس میں ان کا ہاتھ بٹا رہا تھا۔ ہیمن شاہ کا ایک ہی دوست اسفندیار خان تھا جس سے پانچویں جماعت میں دوستی ہوئی تھی اور اتنے برس گزر جانے کے باوجود بھی قائم تھی۔ اسفندیار کے والد باذل ربانی کے بزنس پارٹنر تھے ان کی ڈیوٹی کے بعد اسفندیار ان کا بزنس سنبھالے ہوئے تھا۔ ہیمن اپنی ذاتی سے ذاتی بات بھی اسفندیار سے کرنے کا عادی تھا۔ دونوں بہت گہرے دوست اور بزنس پارٹنر تھے اور ایک دوسرے کے مشورے کے بغیر کچھ نہیں کرتے۔

”اسنی! آج کی میٹنگ تم تنہا اٹینڈ کر لینا۔ میرا موڈ نہیں ہو رہا۔“

”تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے۔“

”آئی ایم فائن۔“

”کیا بات ہے ہوئی! کچھ دنوں سے ڈسٹرب لگ رہے ہو۔ کل جم بھی نہیں آئے اور ایسا اتنے سالوں میں پہلی بار ہوا ہے۔“

”کچھ نہیں ہوا یاں میرا موڈ نہیں ہوا اس لئے نہیں آیا تھا۔“

”تو مجھ سے کچھ چھپا نہیں سکتا جانتا ہے پھر بھی چھپانا چاہتا ہے۔ ایسی کیا بات ہے کہ تو مجھ سے کہتے ہوئے بھی ہچکچا رہا ہے۔“ اسنی قدرے غصے سے کہہ رہا تھا۔

”تو بھی اسنی پیچھے پڑ جاتا ہے کبھی مجھے خود بھی کچھ سوچ لینے دیا کر۔“

”اچھا اب کہو اس نہ کر اور شرافت سے بتا کیا مسئلہ ہے؟“

”شادی۔“

”تو اس لئے پریشان تھا۔“

”اور نہیں تو کیا اسنی اس دفعہ مام میری شادی کروا کر ہی دم لیں گی اور تو جانتا ہے میں کیا چاہتا ہوں۔“

”دیکھ ہوئی! تو جو چھ برسوں سے تلاش کر رہا ہے جس کی خاطر خوار ہو رہا ہے جس کے چہرے سے تیری آشنائی نہیں ہے اس سایہ کو تو بھول کیوں نہیں جاتا۔ وہ سایہ بس تیرا وہم ہے ایسی کوئی لڑکی ہوتی تو اب تک مل گئی ہوتی۔“

”میں نہیں مان سکتا اسنی! جو آنکھیں میرے ذہن سے چپک گئی ہیں۔ جنہیں میں بند پلکوں کے پیچھے محسوس کرتا ہوں۔ ان کا اس دھرتی پر وجود ہی نہیں ہے۔ وہ یہی کہیں ہیں اسنی! مجھ سے بہت دور ہو کر بھی میرے بہت پاس اپنے ہونے کا احساس دلاتی ہیں وہ سایہ اپنا وجود رکھتا ہے اور مجھے اسی وجود کو ڈھونڈنا ہے۔ اور تم کہتے ہو میں یہ سب اپنے ذہن سے بھٹک دوں۔ خود اپنے ہاتھوں اپنے اس خواب کو جسے

تعبیر میں ڈھلتے دیکھنے تک میں جسے کی دعا کرتا ہوں۔ توڑ دوں یہ میرے لئے بہت مشکل ہے اسنی! میں یہ کر ہی نہیں سکتا اور تو خود بتا کیا یہ اس لڑکی کے ساتھ زیادتی نہیں ہوگی جسے میں اپناؤں گا کیا وہ ایک ادھورے انسان کے ساتھ جس کا دل اس کے بس میں نہیں ہے گزارہ کر لے گی۔“ ہیمن شاہ شدت جذبات سے معمور لہجے میں آنکھیں بند کئے بول رہا تھا۔

”میں تجھ سے یہ نہیں کہہ رہا کہ تو ان آنکھوں کو بھول جا لیکن خود سوچ یاں ایسے زندگی کب تک گزرے گی آنٹی تجھے کتنا چاہتی ہیں تو ان کی اکلوتی اولاد ہے وہ تیری خوشیاں چاہتی ہیں اور تو ہے کہ اپنی زندگی کسی کی تلاش کے نام کر دینا چاہتا ہے۔“

”مجھے بھی افسوس ہے میں مام ڈیڈ کو ہرٹ کر رہا ہوں۔“

”ہوئی! سمجھ میں نہیں آتا کہ آخراں آنکھوں میں ایسا کیا ہے کہ تو دیوانہ ہو گیا ہے ورنہ تو ہی تھا وہ جو کسی بھی لڑکی کو نکھٹھا کر نہیں دیکھتا تھا۔ کتنی ہی لڑکیوں نے تیری مردانہ وجاہت سے امپریس ہو کر تجھے بریوز تک کر ڈالا اور تیرا پتھر دل نہیں پکھلا اور اب تو مشتعل کسی کو ڈھونڈ رہا ہے۔“

”تو ٹھیک کہہ رہا ہے مجھے جانے کیا ہو گیا ہے جب سے وہ سیاہ آنکھیں میری آنکھوں نے دیکھی ہیں میں نے دنیا کو ہی دیکھنا چھوڑ دیا ہے جگہ جگہ بکھرے حسن کی طرف میری نگاہ ہی نہیں اٹھتی پہلے وہ آنکھیں مجھے خواب میں نظر آتیں سوتے سے جگاتی تھیں اب تو وہ آنکھیں مجھے اپنی ذات پر چھائی محسوس ہوتی ہیں میں کسی اور کو تو کیا خود کو بھی سوچتا بھول گیا ہوں آنکھیں کھولتا ہوں تو اسے محسوس کرتا ہوں بند کرتا ہوں تو وہ پیہم سے میری پلکوں میں آن

ساتی ہیں۔ کچھ بھی ہو جائے اسنی جب تک میرے سینے میں ایک سانس بھی باقی ہے اسے ڈھونڈتا رہوں گا مجھے یقین ہے وہ ضرور ملے گی۔" ہیمان شاہ ایک تین سے کہتا اسفند کو حیران کر گیا۔

□□□

"ہوی! کہاں ہے تو ڈیلی کیشن کب سے آئے بیٹھے ہیں تیرا انتظار ہو رہا ہے۔"

"پانچ منٹ میں پہنچ رہا ہوں۔ سوری جنٹلمین آئی ایم لیٹ۔" اسنی کے گھورنے پر اس نے یہ چند الفاظ کہے تھے اس کا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

"تیرا کچھ نہیں بن سکتا ہوی کے بچے وقت پر نہیں آ سکتا تھا۔"

"تو جانتا ہے وقت کی پابندی مجھ سے نہیں ہوتی۔"

"اور صرف تیری وجہ سے دو کروڑ کا ٹھیکہ ہمارے ہاتھ سے نکل جاتا تب کیا ہوتا؟"

"نکل جاتا کلا تو نہیں۔"

"اسنی اسے گھورتے ہوئے کافی کا آرڈر دینے لگا۔ ہیمان شاہ دھیرے دھیرے کافی کے سپ لے رہا تھا ایک دم چونک اٹھا ادھر ادھر دیکھا وہ اس ہنسی کے تعاقب میں تھا جس نے ہیمان شاہ کو چونکا یا تھا۔ وہ کرسی سے اٹھ گیا اور ایک ایک نیبل پر جا کر اس ہنسی ان آنکھوں کو تلاشنے کی کوشش کی اسنی اس کی تمام کارروائی قدرے حیرانگی سے دیکھ رہا تھا۔

"ہوی! کیا ہوا؟"

"اسنی وہ ہنسی میں نے سنی وہ ہنسی جو میں خواب میں سنتا ہوں اسنی وہ میں نے خود سنی لیکن وہ آنکھیں کہیں نہیں ہیں۔"

"تمہیں ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"یہ کیسے ممکن ہے اسنی میں اسے پہچاننے میں

غلطی نہیں کر سکتا۔ تم ان سے کہو اسنی یہ نہیں ان میں سے ہی شاید کوئی میرے خواب والی لڑکی ہے۔"

ہیمان شاہ نے ایک نیبل پر بیٹھی دو لڑکیوں کی جانب اشارہ کیا۔

"باگل ہو گئے ہو ہوی۔"

"پگیز اسنی مجھے سمجھنے کی کوشش کر دو وہ نہیں کہیں میرے بہت پاس۔" وہ اسنی کو کانڈھے سے پکڑے عجیب کشمکش میں تھا اس کے باقی لفظ منہ میں ہی رہ گئے اسنی یہ ہنسی سنی تم نے وہ باہر کی جانب لڑکا کیونکہ وہ ہنسی اس وقت ہیمان شاہ کو دور سے آئی محسوس ہوئی تھی۔ اسنی فوراً ہی اس کے پیچھے باہر آ تھا۔ دیوانوں کی طرح ادھر ادھر کچھ دیکھتے ہوئی پر بگڑا اٹھا۔

"اسنی! ایسے کیوں کہہ رہے ہو کیا تم نے خود نہیں سنی تھی۔"

"مجھے تم سے اتنے پانگل پن کی امید تھی کہسے ان لڑکیوں کو دیکھ رہے تھے کوئی پھٹر جڑ دیتی تو پتہ لگتا اور اوپر ہے جناب فرما رہے تھے کہ ان لڑکیوں سے کہوں وہ نہیں بہت خوب۔"

"تمہیں یہ سب مذاق لگتا ہوگا مگر میں نے وہ ہنسی خود اپنے کانوں سے سنی تھی۔ وہ آنکھیں ان میں سے کسی لڑکی کی نہیں تھیں لیکن مجھے یقین ہو گیا ہے اسنی وہ یہیں ہے اور مجھے ضرور ملے گی۔"

ہیمان شاہ سوچ سوچ کر تھک گیا لیکن کوئی سرا اس کے ہاتھ نہیں لگ پایا تھا۔ اس نسوانی قہقہے کو میں پہچاننے میں غلطی کر رہی نہیں سکتا جو میرے پاس بکھرا ہے اسے پہچاننے میں غلطی کیونکر ہو سکتی ہے اگر وہ ہنسی خواب والی تھی ایسی کوئی لڑکی موجود ہی نہیں مجھے نظر کیوں نہیں آئی۔ وہ میرے سوئے جذبات جا کر کہاں گم ہو گئی۔ ہیمان شاہ مضطرب سا کمرے

میں ٹہل رہا تھا۔ جب خود سے لڑکڑ کر تھک گیا تو رائٹنگ ٹیبل پر آ گیا اور کاغذ پینسل نکال کر اس کیج بنانے لگا اور چند ہی گھنٹوں میں خواب حقیقت کے قالب میں ڈھلا محسوس ہو رہا تھا۔ پورے صفحے پر دو روٹن آنکھیں بولتی محسوس ہو رہی تھیں۔ ہیمان شاہ نے ٹائم دیکھا تو ڈھائی بج رہے تھے چیزیں سینٹا بستر پر آ گیا سوچیں اس قدر دل و دماغ پر حاوی تھیں کہ وہ چاہ کر بھی نہیں سو پایا گھڑی ساڑھے چار بج رہی تھی اور اس وقت سو کر اٹھنے والا ہیمان شاہ آج پہلے سے ہی جاگ رہا تھا اور ایسا چھ برسوں میں پہلی بار ہوا تھا کہ اس نے خواب نہیں دیکھا تھا اور دھیرے دھیرے رات نے اپنے پر سمیٹ لئے تھے۔

□□□

یونیورسٹی میں سالانہ فنکشن تھا جس میں باؤل ربانی بطور چیف گیسٹ مدعو تھے۔ باؤل ربانی کو ضروری کام پڑ گیا اور ان کے ریکویسٹ کرنے پر ہیمان شاہ ان کی جگہ آ گیا تھا اور یہ تو ہوی نہیں ملتا تھا کہ ہیمان شاہ تنہا چلا جاتا اسفند یار خان اس کے ساتھ آ یا تھا اور شو پوری طرح انجوائے کر رہا تھا۔ جبکہ ہیمان شاہ اس گھڑی کو کوس رہا تھا جب یہاں نے کی حای بھری تھی۔

"اب اپنی آواز کا جادہ جگانے آرہی ہیں فوراً تھ ایمر کی طالباء ایشال آفندی آپ کی بھرپور تالیوں میں ایشال آفندی۔"

"ایکسیکوزی!" ہیمان شاہ کے موبائل پر بپ ہوئی تھی وہ اسنی کو اشارے سے ابھی آنے کا کہہ کر اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر کی جانب بڑھا۔

"کسی مہربان نے آ کے میری زندگی سجاد کی۔"

ایک سحر تھا آواز میں جس نے ہیمان شاہ کو پلٹنے پر مجبور کر دیا اور وہ پلٹتے ہی ساکت ہو گیا۔ موبائل فون

اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گرا۔

ہیمان شاہ اس کیج پر کھڑی گانا گاتی اس ساحرہ کو ایک ٹک دیکھ رہا تھا۔ وہ دھندلا سا ٹکس وہ ساہیہ سے دیکھتے ہی مکمل ہو گیا تھا۔ وہ سیاہ خوبصورت آنکھیں جنہیں خوابوں میں بار بار دیکھا تھا چھ برسوں سے اس کی تنہائیوں کی سا بھی جس کی تلاش میں وہ کہاں کہاں نہیں بھٹکا تھا آج وہ مین کنول اس سے چند قدموں کی دوری پر تھے۔ ہیمان شاہ دیوانگی کے عالم میں ارد گرد کا ہوش بھلائے اس تک پہنچا تھا۔ ایشال آفندی اس سب سے انجان گانے میں مشغول تھی ہیمان شاہ نے اسے کانڈھے سے تھام کر ریخ اس کا اپنی جانب کیا ایشال آفندی پیچھے ہٹنا چاہتی تھی لیکن ہیمان شاہ نے اسے مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا۔ وہ بہت پیاسی نگاہوں سے اسے تک رہا تھا وہ ہیمان شاہ کے بہت نزدیک کھڑی تھی اور وہ آنکھیں ہی نہیں چہرے کے ایک ایک نقوش کو چھو سکتا تھا۔ ہیمان شاہ نے اپنے سیدھے ہاتھ کی انگلیاں اس کی آنکھوں پر پھیری تھیں ایشال آفندی بدک کر پیچھے ہٹنے لگی ہیمان شاہ کی گرفت کچھ دیر کے لئے کمزور پڑی تھی اس نے پھر سے مضبوطی سے اسے بازوؤں سے تھام لیا۔

"تم مجھے یقین تھا تم مجھے ضرور ملو گی تمہاری آنکھیں۔"

ہیمان شاہ کچھ اور غلطی کرتا اس سے قبل اسنی نے اسے روک لیا تھا۔ وہ لڑکی اس کیج پر کھڑی بیچکیوں سے رو رہی تھی چند نیچر ز اس کیج پر آ گئے تھے اور پورے ہال میں دلی دلی سرگوشیاں وچہ میگوئیاں ہونے لگی تھیں۔ چند منٹ بعد خود کو سنی بجانے سے روک نہیں پائے تھے۔

"واٹ از دس مسٹر ہیمان شاہ؟" ایک سینئر نیچر غصے سے کہہ رہے تھے ہیمان شاہ کسی کی نہیں سن

رہا تھا وہ تو بس اتنا حال آفندی کو دیکھے جا رہا تھا۔
”ہوی! چلو یہاں سے“ میں نے کہا چلو یہاں
سے۔ ”اسفند غصے سے کہتا ہے لے جانے کی کوشش
کرنے لگا۔

”اسفی! میں کہتا تھا ناں کہ وہ مجھے ضرور ملے گی اور
دیکھو آج وہ دھندلا عکس مکمل ہو گیا، ہیمن شاہ کی
تکمیل ہو گئی اس کی ہر تلاش ختم ہو گئی اسفی یہی ہے وہ
لڑکی جس کی آنکھیں مجھے سوتے سے جگاتی ہیں
مجھے بے چین رکھتی ہیں۔“

”شٹ اپ ہیمن۔“ اسفند نے غصے سے اسے
جھنجھوڑ ڈالا۔ اور وہ اتنی زور سے دھاڑا تھا کہ پورے
ہال میں سکوت چھا گیا۔ اور اسی ہال میں سے ایک
نوجوان اٹھ کر ایچ تک آیا اور روئی ہوئی اتنا حال
آفندی کو گھسٹتا ہوا لے جانے لگا ہیمن شاہ اس کی
جانب بڑھنا چاہتا تھا اسفی نے اسے روک لیا اور
زبردستی گاڑی تک لایا۔

”اسفی! چھوڑو مجھے دیکھو اسفی وہ جا رہی ہے پلیز
مجھے جانے دو۔“ اسفند نے اس کی ایک نہ سنی زبردستی
گاڑی میں دھکیل کر گاڑی اسٹارٹ کر دی۔
”اسفی!“

”اشاپ! ہوی! اس وقت میں کوئی بات نہیں
کرنا چاہتا بہتر ہوگا مجھے خاموشی سے ڈرائیونگ
کرنے دو۔“

”کیوں لے آئے وہاں سے مجھے زبردستی۔“
”بہت خوب ہیمن شاہ اتنا تماشہ کھڑا کروینے
کے بعد بھی کوئی کسر باقی رہ گئی تھی جو کچھ دیر اور وہاں
ٹھہرنا چاہتے تھے۔“

”تم تو کچھ بولو ہی نہیں جس لڑکی کو میں نے
کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا تھا اور وہ جب مجھے ملی تو تم
دیوار بن گئے۔ میں اس سے کچھ کہہ ہی نہیں پایا۔“

”اور کیا کہنا چاہتے تھے تم سب کچھ تو کر دیا کس
طرح پکڑے کھڑے تھے کم از کم تمہیں یہ تو سوچنا
چاہئے تھا تم اس وقت کہاں موجود ہو لوگ کس طرح
بٹس رہے تھے طرح طرح کی باتیں بنا رہے تھے
تمہیں کسی بات کی پرواہ نہیں ہے تم نے تو ہر حد
پھلانگ دی۔ یہ سوچا ہے تم نے ہوی! وہ اب کس
طرح یونیورسٹی آسکے گی لوگ انگلیاں نہیں اٹھائیں
گے اسکے کردار پر لیکن تم یہ سب کیوں سوچتے گئے تم
تو اس بات سے خوش ہو کہ تمہارے چھ سالوں کی
تلاش ختم ہو گئی وہ لڑکی اب چاہے جائے بھاڑ میں۔“
”شٹ اپ اسفی! تمہیں کوئی حق نہیں ہے اس
کے بارے میں کچھ بھی کہنے کا۔“

”اور تمہیں حق تھا یوں ایچ پر جا کر اسے چھونے
کا اس لڑکی کو بے عزت کرنے کا۔“
”ایم سوری اسفی! لیکن میں کیا کرتا جیسے ہی میری
نگاہ اس پر پڑی وہ سایہ یک دم میری آنکھوں میں
لہراتے ہوئے مکمل ہو گیا اور میں دیوانہ وار سب کچھ
بھلا کر اس کی جانب لپکا میں محسوس کرنا چاہتا تھا چھو
کر دیکھنا چاہتا تھا کہ یہ میرا وہم تو نہیں ہے کیا واقعی
خواب نے حقیقت کا روپ دھار لیا ہے میں یقین
کر لینا چاہتا تھا مجھے نہیں پتہ تھا اسفی میں کیا کر رہا
ہوں کہاں ہوں مجھے صرف یہ معلوم تھا وہ میرے
سامنے ہے مجھے اس کے سوا کچھ دکھائی نہیں دے
رہا تھا۔“ وہ بہت بے بسی سے کہہ رہا تھا اور اسفی لب
بھینچے اسے دیکھ رہا تھا۔

”تمہاری بے خودی نے کسی کا بہت بڑا نقصان
کر دیا ہوی! جسکا تمہیں اندازہ بھی نہیں ہے۔“ اسفند
کو وہ آدمی جو غصہ سے اس لڑکی کو گھسیٹ کر لے
جا رہا تھا یاد آ گیا جانے کون تھا وہ اس لڑکی کا اور یہ
ہیمن اب کیا کرے گا وہ بہت کچھ سوچتے ہوئے

ڈرائیو کر رہا تھا۔

□□□

”آج ہر اخبار کی شہ سرخی تھی کہ بزنس ٹائیون
بازل ربانی شاہ کا اکلوتا بیٹا ہیمن شاہ یونیورسٹی گرل
اتحاد آفندی کی زلف کا اسیر اور نشہ کی حالت میں
کچھ نازیبا حرکات کرتے ہوئے پایا گیا۔“

”یہ کیا ہے ہیمن؟“ بازل ربانی نے غصہ سے
اخبار ہیمن شاہ کے سامنے پھینکا تھا۔

”ڈیڈ یہ سب غلط ہے اس میں جھوٹ لکھا ہے
ڈیڈ اتنا حال ایسی نہیں ہے۔ سب بکواس ہے ڈیڈ۔“
”یہی لڑکی تھی جس کی وجہ سے اب تک تم شادی
سے انکاری تھے۔ اور یہ سب کرتے تمہیں شرم نہیں
آئی ہیمن! اپنی نہیں تو باپ کی عزت کا ہی کچھ خیال
کر لیتے۔“

”ڈیڈ وہ سب میں نے بے اختیاری میں کیا مجھے
جانے کیا ہو گیا تھا لیکن ڈیڈ اس سب میں اس لڑکی
کا کوئی قصور نہیں ہے اخبار والوں کو تو بس موقع ملنا
چاہئے۔“ ہیمن شاہ کے بارے میں جو کچھ بھی لکھا
تھا اس سے ہیمن شاہ کو کوئی فرق نہیں پڑا تھا وہ تو
اتحاد کے بارے میں غلط سلط باتیں پڑھ کر غصہ
میں آ گیا تھا اور باپ کے سامنے بھی اپنا دفاع
گرنے کی بجائے اسے بے قصور ثابت کرنے پر تلا
تھا۔

”ڈیڈ! میں اتنا حال سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔“
”ہرگز نہیں ہیمن! تم پہلے اس لڑکی سے شادی کا
گیتے تو میں مان بھی لیتا اتنا سب کچھ ہو جانے کے
بعد تو کبھی بھی نہیں۔“ بازل ربانی بہت غصہ میں
تھے۔ نور دونوں باپ بیٹے کو بہت خاموشی سے دیکھ
رہے تھے۔

”ڈیڈ میں پہلے خود نہیں جانتا تھا اور اب بھی

صرف نام کے علاوہ مجھے کچھ نہیں معلوم لیکن یہ بات
تو طے ہے کہ مجھے شادی اسی سے کرنی ہے۔ میری
چھ برسوں کی تلاش اسی پر ختم ہوتی ہے۔“ ہیمن
شاہ نے کل ہونے والے واقعے سے لے کر اپنے
خوابوں تک کا مسٹر اینڈ مسز بازل ربانی کو کہہ سنایا۔

”یہ تم کیا کہہ رہے ہو ہوی!“
”مام! میں نے جو کچھ کہا ایک دم سچ ہے میں
شادی کے نام سے چڑتا ہی اس لئے تھا کہ مجھے اپنے
خوابوں والی لڑکی کو ڈھونڈنا تھا اور مام یہی وجہ ہے
جب وہ مجھے نظر آئی تو میں سب کچھ فراموش کر گیا
لیکن مام! میری بے اختیاری میرے دیوانہ پن کی
سزا اس معصوم لڑکی کو نہیں ملے گی جو کل تک مجھ سے
اتنی ہی انجان تھی جتنا کہ میں ہو سکتا ہے مام اس سب
کے بعد وہ مجھ سے نفرت کرنے لگے میری صورت
بھی نہ دیکھنا چاہے میں صرف اس کو چاہتا ہوں اور
اسے اپنا کر رہوں گا کیونکہ مام میری محبت میں اس کی
عزت اس کا کردار داد پر لگ گیا ہے اور مجھے دنیا کے
سامنے اسے سرخرو کرنا ہے چاہے اس کے لئے مجھے
کچھ بھی کرنا پڑے۔“

ہیمن شاہ کے پر عزم لہجے نے ان دونوں کو سن
کر دیا۔

□□□

”بازل! کیا ہو گیا ہے آپ کو کیسی باتیں کر رہے
ہیں۔ دیکھا نہیں تھا آپ نے وہ کس طرح اس لڑکی کا
دفاع کر رہا تھا بازل میں نے اپنے بیٹے کی آنکھوں
میں محبت دیکھی ہے اسے پانے کا عزم دیکھا ہے۔“
”یہی وجہ تھی نور جو میں ان دو نکلے کے لوگوں
کے گھر چلا گیا ان کے اتنا بے عزت کرنے پر بھی
خاموش رہا کہ میرے بیٹے کے دل کا معاملہ ہے
صرف اپنے بیٹے کی خوشی کی خاطر اپنے سے کمتر

لوگوں کے ہاں موالی بن کر گیا، کیا یہی کافی نہیں ہے کہ اتنی بے عزتی کے بعد پھر ان کے آگے ہاتھ پھیلاؤں۔ اب اس قصے کو یہیں ختم ہو جانا چاہئے۔ اب میں اس لڑکی کا نام بھی نہیں سنا چاہتا۔

”کل اس کی شادی ہے باذل اور آپ کیوں چاہتے ہیں ہمارا بیٹا ایک کسک کے ساتھ زندہ رہے؟ ہمیں اسے بتادینا چاہئے۔“

”ہرگز نہیں نور! میں نہیں چاہتا کہ میرا بیٹا کچھ اور غلط کرنے پہلے ہی کم بدنامی نہیں ہوئی، جس باذل ربانی شاہ سے لوگ بات کرتے ڈرتے تھے آج وہی ہر اخبار کی زینت ہے۔ میری مارکیٹ میں کیا ریپویشن ہوگئی ہے تم تصور بھی نہیں کر سکتیں بہتر ہوگا ہم اس چیئر کو یہیں کلوڑ کر دیں۔“

”ڈیڈ! یہ کوئی کتاب نہیں ہے جیسا آپ بند کر دینا چاہتے ہیں۔ یہ میری زندگی کا معاملہ ہے۔ اور آپ میرا ساتھ دینا چاہتے ہیں یا نہیں۔“

”تمہارا ساتھ دیتے ہوئے ہی ہم وہاں چلے گئے تھے اور کیا ملا؟ باذل ربانی کو انہوں نے دھکے مار کر نکال دیا۔ اور اتنی ذلت ہم نے صرف تمہاری محبت میں اٹھائی اور تم کہتے ہو تمہیں ہماری مدد کی ضرورت بھی نہیں تم تنہا اپنی زندگی کا ہر فیصلہ کر سکتے ہو۔“

باذل ربانی کے بہت دکھ سے کہنے پر ہیمن شاہ پشیمان ہو گیا۔

”ایم سوری ڈیڈ! میرا مطلب یہ نہیں تھا آپ کے بغیر تو میں کچھ بھی نہیں کر سکتا لیکن ڈیڈ اگر اس کی شادی کہیں اور ہوگئی تو میں جی نہیں پاؤں گا۔“ ہیمن شاہ باذل ربانی کی گود میں سر رکھے بلک اٹھا۔

”وہ کسی بھی طور سے اپنی بھانجی کی شادی تم سے کرنے پر تیار نہیں ہیں ہم نے اپنی ہر ممکن کوشش

کر ڈالی ان کی ایک ہی ضد ہے کہ وہ ان کے بیٹے کی بیوی بنے گی۔“ باذل ربانی کا دل پیچ گیا تھا وہ بہت نرمی سے اس کے سر میں ہاتھ پھیر رہے تھے۔

”میں تو سمجھ نہیں پا رہا کہ اتنا کچھ ہو جانے کے بعد بھی وہ اس لڑکی کو اپنی بہویوں بنانا چاہتے ہیں۔“

”تم کیا کہنا چاہتے ہو اسنی! میں سمجھا نہیں۔“

”خود سوچو یا رجب ہم اس لڑکی سے ملے تھے جس نے ہمیں انتقال کے بارے میں تمام انفارمیشن دی۔ اس کہا تھا کہ وہ اپنے ماموں کے گھر میں رہتی ہے پیرنٹس کی ڈیوٹی تھوڑی ہوگئی ہے اور اس کی مایا اسے خاص پسند نہیں کرتی۔ وہ کونسا ظلم ہے جو انہوں نے انتقال پر نہیں کیا۔ وہ انتقال سے اتنی ہی نفرت کرتی ہیں تو اپنی بہویوں بنانا چاہتی ہیں اور بہوی تھے وہ

آدی یاد ہے جو اس دن زبردستی انتقال کو وہاں سے لے گیا تھا۔ اس نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور اخبارات میں اتنا سب کچھ چھپنے کے بعد بھی وہ آدی اس سے شادی کرنا چاہتا ہے تو کوئی تو وجہ ہوگی۔“ اسفند کے پرسوج لہجے نے ان تینوں کو بھی سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔

”کچھ سمجھ نہیں آ رہا آخر ان لوگوں کو انتقال سے کیا لالچ ہو سکتا ہے۔“ ہیمن شاہ کے کہنے پر باذل ربانی چونک اٹھے۔

”نور! اس وقت سیف میں تقریباً کتنی رقم موجود ہوگی۔“

”یہی کوئی چھ سات لاکھ مگر آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟“

”نور! وہ تمام رقم بریف کیس میں ڈال کر لے آؤ۔“

”انکل! آپ کیا کرنا چاہ رہے ہیں؟“

”تم لوگ دیکھتے جاؤ میں کیا کرتا ہوں۔ خادم

حسین ڈرائیور سے کہو گاڑی نکالے۔“

نور نے بریف کیس لا کر باذل ربانی کے صوفے کے پاس رکھ دیا تھا۔

”ہیمن! تم اسنی کے ساتھ جا کر ضروری شاپنگ کر لو اور نور آپ گھر میں مبو کے آنے کی تیاریاں کر لیں۔“

”ڈیڈ!۔۔۔۔۔!“

”کچھ نہیں کہو اپنے باپ پر بھروسہ ہے ناں وہ سب ٹھیک کر دے گا۔ تم صرف جشن کی تیاریاں شروع کرو۔“ باذل ربانی نے نوٹوں سے بھرا بریف کیس اٹھایا اور ان تینوں کو حیران چھوڑ کر باہر نکل گئے اور وہ اپنی حیرت سے نکل کر ویسا ہی کرنے لگے جیسا باذل ربانی کہہ گئے تھے۔

□□□

انتقال آفندی! وسیع و عریض کمرے میں جسے بہت خوبصورتی سے سجایا گیا تھا، بہت خاموشی سے بیٹھی تھی اس کی چلکوں سے آنسو ٹپک رہے تھے جنہیں صاف کرنے کی اسے ضرورت محسوس نہیں ہوئی وہ بہت گہری سوچ میں ڈوبی تھی۔ یہی تھی میری قسمت کہ ایک انجان شخص جس کے نام تک سے میں واقف نہ تھی آج اسی کے کمرے میں اس کی

بنگلو کی حیثیت سے موجود ہوں۔ اسی شخص کی بیوی جس کی وجہ سے میں معتبہ ٹھہرائی گئی۔ میرے کردار پر انگلیاں اٹھائی گئیں۔ زبردستی اسی کی بنیادی گئی۔ میری کوئی حیثیت اوقات کوئی مرضی نہیں تھی۔

پہلے ماموں نے صرف دکانوں اور گھر کے لالچ میں میری شادی اپنے بیٹے سے طے کر دی اور میں احتجاج بھی نہیں کر سکی۔ کیا جن لڑکیوں کے ماں باپ

مر جاتے ہیں وہ یونہی کٹھ پتلی بن جایا کرتی ہیں۔ جس نے جب چاہا اپنی انگلیوں پر نچالیا۔ اور میری

حیثیت تو ایک مہرے کی سی تھی جب تک مجھ سے قائمہ پہنچتا رہا اپنے پاس رکھا کسی نے میری قیمت زیادہ لگا دی تو اپنی زندگیوں سے نکال باہر کیا وہ بھی اسی شخص کے ساتھ جو ان کے لئے قابل نفرت اور زمانے بھر کا بد معاش آدمی تھا اس میں یکدم اتنے بدل کیسے لگ گئے کہ زندگی بھر کے لئے ناتا جوڑ لیا۔

انتقال آفندی کو چند روپوں کے عوض بیچ دیا۔ کسی نے بولی لگائی اور کسی نے قیمت وصولی بس یہی تھی انتقال آفندی کی اوقات کہ چند کھٹکتے سکے اس کی زندگی کا فیصلہ کر گئے کیوں ہوا میرے ساتھ ایسا؟ کیوں؟ کیوں چھوڑ گئے بابا آپ بے درو زمانے میں تنہا سب کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک بار بھی اپنی تش کے بارے میں نہیں سوچا کہ کیسے آپ لوگوں کے بغیر وہ رہے گی آپ کی انگلی تمام تر جلنے والی زندگی کا ہر ٹکڑا راستہ تنہا عبور کیسے کر پائے گی مایا کا ظلم زیادتی برداشت کرتی رہی اور جب آپ کی بیٹی کے کردار پر سوال اٹھایا گیا اسے بے عزت کیا گیا تب کوئی اس کی مدد کو نہیں آیا صفائیاں دے دے کر تھک گئی اور آج بابا اسی شخص کے ہاتھوں آپ کی بیٹی کو بیچ دیا گیا جس نے اس کی ذات کو سوا لہ نشان بنایا تھا۔ بابا! آپ کی تش بک گئی بک گئی بابا آپ کی تش اگر آپ زندہ ہوتے بابا تو کیا آپ کی تش کے ساتھ یہ سب ہوتا؟ آپ کی بیٹی کی بولی لگ رہی تھی بابا اور وہ زندہ رہتی مجھے موت کیوں نہیں آئی بابا میں مرجانا چاہتی ہوں زندگی سے لڑتے لڑتے تھک گئی ہوں۔ ماں کی آغوش میں سر رکھ کر سونا چاہتی ہوں۔ آ کر دیکھئے ماما بابا آپ کی تش کس حال میں ہے روح تک زخمی ہوگئی ہے اور اف تک کرنے کی اجازت نہیں ہے۔“

ہیمن شاہ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے سے صوفے پر

بیٹھا اسے بغور دیکھ رہا تھا جوار دگر دے انجان کسی اور ہی دنیا میں پہنچی ہوئی تھی آنسو اس کی خوبصورت آنکھوں سے ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے تھے ہیمن شاہ کو اس کی جگہ ایک موٹی مجسمے کا خیال گزرا تھا۔ اتنی دیر میں اس کے وجود میں ہلکی سی بھی جنبش نہیں ہوئی تھی وہ اس کمرے میں موجود ہو کر بھی نہیں تھی۔

ہیمن شاہ نے اس کی محویت کو توڑنے کے لئے ڈریسنگ ٹیبل کی دراز کو کھول کر زور سے بند کیا تھا جواباً وہ چونک اٹھی اور سہم کر اسے دیکھنے لگی۔ ہیمن شاہ نے پلٹ کر بغور اسے دیکھا، خوف، وحشت، انجانا سا ڈر کیا کچھ نہیں تھا ان سیاہ کجبرابرے نیوٹوں میں وہ خوف زدہ سی کوئی ہر نی معلوم ہوتی تھی۔

”آپ کو ڈرانے کے لئے معذرت چاہتا ہوں لیکن آپ اپنے خیالوں میں اتنی گم تھیں کہ مجھے یہ سب کرنا پڑا۔“ ہیمن شاہ پھولوں کی لڑیاں ہٹاتا بیڈ کے کونے پر ہی ٹک گیا اور ایک ٹھکی سرخ رنگ کی ڈبیا میں سے خوبصورت سی پائل نکال کر پہنانے کے لئے امتثال کی اجازت طلب کرنے لگا۔ امتثال خوف سے پہلی پڑتی بیڈ کے کونے سے جا چکی۔

”نہیں! مجھے کچھ نہیں چاہئے دور رہیں مجھ سے نزدیک آنے کی کوشش نہ کریں۔“ اس کے وجود کی طرح اس کی آواز بھی لرز رہی تھی۔

”اوکے فائن۔ میں آپ سے کچھ نہیں کہہ رہا“ بس آپ روئیں نہیں۔“ ہیمن شاہ بیڈ سے دور جا کھڑا ہوا اور اسے روتے دیکھنا برداشت نہ ہو سکا تو ٹوک گیا۔

”پلیز امتثال اپنے قیمتی آنسو یوں ضائع نہ کریں! آپ جو چاہتی ہیں وہی ہوگا“ آپ کو یہ نہیں چاہئے تو ٹھیک ہے میں نہیں دیتا۔“ ہیمن شاہ نے پازیب اس ڈبیا میں واپس رکھ کر دراز میں ڈال دی۔

”آپ کو مجھ سے گھبرانے یا خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے امتثال! میں آپ کی مرضی کے بغیر اپنا کوئی حق استعمال نہیں کروں گا۔ پہلے ہی میں آپ کو زبردستی اپنی زندگی میں شامل کر چکا ہوں لیکن میں نہیں چاہتا آپ تمام عمر مجبور یوں کے سہارے گزار دیں۔ میں اپنی کوئی صفائی پیش نہیں کر رہا میری وجہ سے جو دکھا آپ کو ملے لوگوں نے آپ کے بارے میں جو کچھ بھی کہا اس اذیت کا مداوا میں کر ہی نہیں سکتا لیکن اس شادی کے بعد لوگوں کی زبانیں بند ضرور ہو جائیں گی میں نے دنیا کی بھی پروا نہیں کی اور آج بھی مجھے کسی کی پروا ہے تو صرف آپ کی۔ آپ میرا خواب ہیں میرے جینے کی بہت بڑی وجہ اور آپ کے بھی یقیناً کچھ خواب ہوں گے نہ صرف میرے خوابوں کی تکمیل کے باعث اور صرف رہ گئے۔ میں ایسا کچھ بھی نہیں چاہتا تھا ہماری پہلی ملاقات سے آج تک جو بھی میں نے کیا اور جو کچھ ہوا وہ سب میرے اختیار سے باہر تھا۔ میری بے اختیاری میرے لئے سزا بن گئی اور میں ان نگاہوں سے گر گیا، جنہیں چھ برسوں سے پوجتا آ رہا ہوں۔“

ہیمن شاہ کی آواز ہلکے ہوتے ہوتے سرگوشی میں ڈھل گئی تھی۔ امتثال قدرے حیرانگی سے اسے سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ وہ کیا کہہ گیا ہے۔

”ارے میں بھی کب سے بولے جا رہا ہوں یہ بھی نہیں سوچا کہ آپ تھک گئی ہوں گی امتثال وہ سامنے واش روم اور اسی کے برابر میں ڈریسنگ روم ہے۔ فریش ہو کر آرام کریں کافی رات ڈھل گئی ہے۔“ ہیمن شاہ اپنے لمبے میں مصنوعی بٹاشت پیدا کرتے ہوئے بولا اور تنگ اٹھا تا صوفہ کم بیڈ پر نیم دراز ہو گیا۔ امتثال لہنگا سنبھالتی اٹھی اور ڈریسنگ روم

میں کپڑے چنچ کرنے چلی گئی۔ فریش ہو کر لوٹی تو ہیمن شاہ کو صوفے پر پایا خاموشی سے بیڈ پر آ کر لیٹ گئی اور ہیمن شاہ کے عجیب و غریب رویے کو سوچتے ہوئے جانے کب نیند کی وادیوں میں گھومتی۔

□□□

وہ ایک صحرا میں کھڑا جانے کیا تلاش کر رہا تھا۔ اس کی نگاہ سرخ لہراتے آئینے پر پڑی اس نے مسکراتے ہوئے اس آئینے کو دیکھا اور تھوڑا سا آگے بڑھ کر اس آئینے کو تھام لیا اور اسے ہاتھ پر لپیٹتے ہوئے اس کے آخری سرے تک جیسے ہی پہنچا ایک مدھری سی سنسان بیابان صحرائیں ہر سو پھیل گئی۔ اس نے آئینے کو اپنی منہ سے آزاد کرتے ہوئے اسے گاندھے سے تھام لیا لیکن وہ حیران رہ گیا سیاہ مین اٹھ بار تھے اس نے جیسے ہی تڑپ کر ان موتیوں کو چن لینا چاہا وہ اس سے بہت دور جا کھڑی ہوئی اور اسے بہت شگہ کنناں نگاہوں سے تنکے لگی اور اس کی سسکیاں پورے صحرا میں پھیل گئیں۔ سرخ آئینے سفید رنگ میں ڈھل گیا وہ بے تاب ہو کر اسے پکڑنے کو بھاگا لیکن وہ اس سے دور بہت دور ہوئی پہلی گئی اور وہ تڑپ تڑپ کر اسے پکارتا صحرا کی دھول اڑانے لگا۔

”امتثال! ہیمن شاہ اندھیرے میں خود کو محسوس کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیپ آن کرنے کی کوشش کی تو احساس ہوا کہ وہ کہاں ہے۔ اندھیرے میں ہی چلتا ہوا ڈریسنگ روم تک گیا لائٹ آن کرتا صوفے پر ڈھیر ہو گیا۔ یہ آج میں نے کیسا خواب دیکھا! اس طرح تو میں نے پہلے کبھی..... شاید امتثال مجھ سے ناراض ہے اس لئے میں اس کی ہر ناراضگی فتم کر دوں گا۔ اسے بتاؤں گا کہ میں اسے کتنا چاہتا

ہوں۔ ہیمن شاہ آج کے خواب کو دیکھ کر از حد پریشان تھا۔

□□□

”امتثال بیٹی! کچھ لونہ تمہاری پلیٹ تو بالکل خالی ہے۔“

”بس مام! میرا پیٹ بھر گیا ہے۔“

”ایسے کیسے بھر گیا ابھی تو تم نے کچھ کھایا ہی نہیں ہے تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے۔“

”ہیمن شاہ نے اسے نظر اٹھا کر دیکھا وہ کافی افسردہ سی لگی۔

”یہ کیا ہے ڈیڈ!“

”سوئزر لینڈ کے ٹکٹ ہیں تم بہو کے ساتھ کل کی فلائٹ سے بنی مومن کے لئے جا رہے ہو۔“

”لیکن ڈیڈ! آفس میں کتنا کام ہے۔“

”آفس کی فکر تم نہ کرو میں اور اسٹی ہیں یہاں تم جاؤ انجوائے کرو۔“

امتثال نے باذل ربانی کے کہنے پر گھبرا کر برابر بیٹھے ہیمن شاہ کو دیکھا وہ بھی اسی کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی نگاہ میں بے چینی دیکھ کر نظر چرا گیا۔

”تم کیوں خاموش ہو بیٹا؟“

”جی کچھ نہیں ویسے ہی میں کیا بولوں۔“ امتثال گڑ بڑا گئی۔

”کیوں کچھ نہیں بول سکتیں کہیں اور جانا چاہتی ہو تو بتاؤ میں نے کافی دن سوچا جب تم دونوں نے ہی منہ سے کچھ نہیں نکالا تو میں نے سیٹ کنفرم کر وا دیں۔ میں چلتا ہوں آفس سے لیٹ ہو رہا ہوں۔“ باذل ربانی بریف کیس اٹھا کر ڈرائنگ روم سے نکل گئے۔

”اب کیا ہوگا ڈیڈ کو میں کیسے سمجھاؤں کہ.....“

”جی مام!“
”کیا سوچ رہے ہو بیٹا؟“
”کچھ نہیں مام۔“

”اب بھی مجھ سے کچھ چھپائے گا؟“

”آپ کیا کہہ رہی ہیں مام میں سمجھا نہیں اور میں آپ سے کیا چھپاؤں گا۔“

”تو کیا سمجھتا ہے تو مجھے کچھ بتائے گا نہیں تو مجھے پتہ نہیں چلے گا“ ماں ہوں میں تیری تجھے چوٹ بعد میں لگتی ہے اس کا احساس اس ماں کو پہلے ہی ہو جاتا ہے۔ تو کیا سمجھتا ہے تو نے مجھ سے کہا تو خوش ہے اور میں نے مان لیا تیری آنکھوں میں اپنی خوشیاں تلاشنے والی تیری ماں کیا ان میں آنسوؤں کی تحریر نہیں پڑھ سکتی۔“

”ماں!“ ہیمن شاہ اپنی کمری سے اٹھ کر نور کے گھٹنوں پر سر رکھ کر ان کی چیر کے نزدیک بیٹھ گیا۔
”مام! میں بہت تھک گیا ہوں تھک گیا اپنے خوابوں کے پیچھے بھاگتے ہوئے ان کی تعبیر تلاشتے میں خود کھو گیا میرا وجود چھلنی چھلنی ہو گیا۔ مام! مجھ سے اب نہیں جیا جاتا ایسی کھو چکی زندگی جینے سے تو بہتر ہے مجھے موت آ جائے۔“

”ہوئی!“ نور نے تڑپ کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ ”ہوئی تو نے آج تو کہہ دیا آئندہ ایسی بات منہ سے بھی مت نکالنا تجھے کچھ ہو گیا تو میں بھی جی نہیں پاؤں گی کیا تو چاہتا ہے کہ میں مرجاؤں؟“

”نہیں مام! آپ تو میرے جینے کا سہارا ہیں کیا آپ مجھ سے وہ سہارا بھی چھین لینا چاہتی ہیں۔ اس نے تو مجھے تنہا کر دیا اور کیا آپ بھی۔۔۔۔۔“

”اس نے تجھے تنہا کر دیا تو تو نے کیوں اپنی موجودگی کا احساس نہیں دلایا کیوں تم دونوں تنہا جی رہے ہو۔“

”مام! میں چاہتا تھا اسے بتانا کہ میں اسے کتنا چاہتا ہوں برسوں اس کی آنکھوں سے عشق کرتا آ رہا ہوں لیکن مام! میں اس کی آنکھوں میں غیریت دیکھ کر بھی کیسے اسے اپنائیت کا احساس دلاتا۔ وہ میری موجودگی سے خوفزدہ تھی۔ اس کی آنکھوں میں میری وجہ سے آنسو تھے اور میں حق رکھتے ہوئے بھی آگے بڑھ کر انہیں پونچھ نہیں سکتا تھا۔ میں اسے کہہ ہی نہیں سکا کہ وہ روئے نہیں اسے روتے دیکھنا میرے لئے آسان نہیں ہے اور مام جن آنکھوں کی اداسی مجھے رات دن بے چین رکھتی تھی کیا انہیں میں کوئی دکھ دے سکتا ہوں جن سے میرے سکھ و اہستہ ہیں ہیمن شاہ کے جینے کا مقصد کسی کی جستجو، اس کے وجود کی تلاش تھا اور میری تلاش تو ختم ہو گئی مام! میری آزمائش ختم نہیں ہوئی۔ جن آنکھوں میں اپنے لئے محبت دیکھنے کی بھی دعا کی تھی انہی میں میرے لئے نفرت ہے۔ میری ہر دعا بے مراد لوٹ آئی میری اتنی سی جلد بازی و بے اختیاری میرے لئے مزا بن گئی وہ میری ہو کر بھی مجھ سے دور ہے۔ ان آنکھوں میں میرے لئے محبت تو کیا شناسائی کی بھی سی قندیل بھی نہ جل سکی۔ کیا خواب دیکھنا ان کی تعبیر چاہنا اتنا بڑا جرم ہے کہ میں بالکل تنہا رہ گیا۔“

”ہوئی! محبت جرم نہیں ہے تو ایسا کیوں سوچ رہا ہے؟“

”جرم ہی تو ہوا ہے مجھ سے کہ میں نے کسی سے بے پناہ محبت کی اور میں مجرم بن گیا اس کی نگاہوں میں وہ جھٹی ہے میں نے اس سے شادی صرف اپنی نیک نامی کے لئے کی اخبار والوں اور دنیا کا منہ بند کرنے کے لئے میں نے اسے اپنا یادہ بھی ناجائز طریقے سے اسے خریدا اس کی بولی لگائی۔ مام میں اسے کیسے سمجھاؤں کہ وہ اتنی بے مایہ نہیں تھی کہ اسے

کوئی چند روپوں کے عوض خرید لیتا وہ تو انمول تھی مام اسے میں تو کیا کوئی نہیں خرید سکتا کیا محبت بھی بھٹی خریدی جاسکتی ہے کسی نے خوبصورتی کی قیمت ادا کی ہے لیکن مام وہ نہیں سمجھتی اسے مجھ سے نفرت ہے گیونکہ صرف میری وجہ سے اس کے کردار کو داغ دار کیا گیا وہ یہ کیوں نہیں سوچتی جب سے اس پر انگلیاں اٹھائی گئی ہیں میں ایک رات بھی چین سے نہیں سو سکا میرے خواب مجھ سے روٹھ گئے وہ مجھے دواہوں میں نہیں دکھتی اور دونوں پہلے جب میں نے سے دیکھا تو میرا دل کٹ کر رہ گیا ایسے خواب کی تو میں نے مرکز بھی تمنا نہیں کی تھی مام میں اس کی غلط فہمی کیسے دور کروں کیسے؟“ یکدم ہیمن شاہ خود دسنبھالتے ہوئے کمری پر ٹپک گیا۔

”مام! مجھ سے ایک وعدہ کریں۔“ ہیمن شاہ نے دونوں ہاتھوں سے اپنے آنسو صاف کئے۔
”کیسا وعدہ ہوئی؟“

”آپ وعدہ کریں مام! کہ کبھی امتثال کی آنکھوں میں آنسو نہیں آنے دیں گی یہ سوچ کر کہ آپ کا بیٹا ان آنکھوں پر مرتا ہے آپ کا بیٹا ان کی مسکراہٹ کے لئے اپنی جان بھی دے سکتا ہے۔

امتثال کو ہر دکھ سے بچا کر متا کی چھاؤں مہیا کریں گی مام اس نے بہت دکھ سہے ہیں مجھ سے وعدہ کریں اس کا ہر دکھ اُسے آنچل میں سمیٹ کر اسے پہنچیں بیٹی بنا کر رکھیں گی۔ اتنی خوشیاں دیں گی کہ اسے یہ کائنات کم پڑتی محسوس ہوگی وعدہ کریں مام!“
”میں وعدہ کرتی ہوں بیٹا لیکن مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ تم۔۔۔۔۔“

”ہاں مام! میں چند دنوں کے لئے آفس کے کام سے باہر جا رہا ہوں۔“
”کوئی آفس کا کام نہیں ہے اور تو کہیں نہیں

جا رہا۔ تیرے جانے سے کیا سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا نہیں بیٹا اس طرح تو دوریاں اور بڑھ جائیں گی تو امتثال کو خوش دیکھنا چاہتا ہے تو کیا وہ اس طرح تیرے جانے سے خوش ہوگی نہیں بیٹا تو اگر چلا گیا تو سب کچھ ختم ہو جائے گا۔ امتثال تمہارے قریب بھی نہیں آ سکے گی۔“

”آپ کیا چاہتی ہیں جیسے زبردستی اس سے شادی کی خود کو اس کے سر پر مسلط بھی کر دوں۔“
”نہیں بیٹا تو اسے کچھ مت کہہ محبت کی زبان نہیں ہوتی تو اپنی اچھائی سے اپنے بڑے پن سے اس کا دل جیت اس کے دل میں اپنا گھر بنا۔ تو نے اس سے اظہار محبت کر دیا تو ہو سکتا ہے وہ چند دنوں میں سب کچھ بھول جائے لیکن تجھ سے محبت کرنا بہت مشکل ہوگا لیکن تو دھیرے دھیرے اپنے ہونے کا احساس جگائے گا تو وہ اپنی ہر نفرت بھول جائے گی کیونکہ عورت محبت سے زیادہ عزت چاہتی ہے۔ اور تجھے امتثال کو وہی عزت دینی ہے اس کی شرمندگی اس کے جھکے سر کو اٹھانا اور اسے احساس دلانا ہے کہ وہ بہت اچھی ہے۔ اور جس دن اس کا کھویا ہوا اعتماد اسے مل گیا وہی تمہاری سرخوردگی کا دن ہوگا۔ تم اپنی محبت کے امتحان میں جیت جاؤ گے۔“ نور اسے بہت رسائیت سے سمجھا رہی تھیں اور اپنے بیٹے کے لئے دعا گو تھیں کہ وہ اپنی منزل کو جلد از جلد پالے۔

□□□

”مام! میں اندر آ جاؤں؟“
”یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے کوئی کام تھا مجھ سے۔“

”نہیں کچھ کرنے کو نہیں تھا نیند بھی نہیں آرہی تھی تو سوچا آپ سے گپ شپ ہو جائے میں نے ڈسٹرب تو نہیں کیا۔“

”اچھا ہوا تم آگئیں میں بھی بہت بور ہو رہی تھی۔“

”مام! میں بتا نہیں سکتی کہ ہم نے مل کر اس بے چاری کا کیا حال کیا تھا وہ تو بالکل رو بنے والی ہو گئی تھی۔“

ہیمان شاہ امتثال کو پہلی بار بے تحاشہ ہنستے ہوئے دیکھ رہا تھا وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔

ہنستے ہوئے امتثال کی نگاہ جیسے ہی دروازے پر کھڑے ہیمان شاہ پر پڑی اس کی ہنسی کو بریک لگ گئی۔

”ارے ہوی بیٹا تم کب آئے؟“

”جب آپ نے دیکھ لیا۔“

”کتنا کمزور ہو گیا ہے بیٹا۔“

”مام! میں جہاد پر سے نہیں آیا صرف آٹھ دن آپ سے کیا دور رہا آپ کو میں کمزور لگ رہا ہوں۔“

ہیمان شاہ نور کی دائیں سائیڈ پر بیٹھ گیا تھا۔ کیونکہ بائیں سائیڈ پر امتثال بیٹھی تھی۔

”تو نے آنے کی اطلاع کیوں نہیں دی۔“

”بتا کر آتا تو اتنا حسین منظر کیسے دیکھ پاتا۔“

”کیا کہہ رہا ہے میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔“

”آپ کے چہرے پر اس خوشی کو دیکھنا چاہتا تھا۔“

”تم جا کر فریش ہو جاؤ جب تک میں کھانا لگواتی ہوں۔ تم کیوں خاموش بیٹھی ہو۔“ نور نے انگلیاں چٹائی امتثال سے پوچھا۔ ”تمہیں خوشی نہیں ہوئی ہوی ایک ہفتہ بعد گھر لوٹا ہے۔“

”کیوں نہیں مام! بہت خوشی ہوئی ہے۔“

”اچھا جا کر دیکھو خادم حسین نے کھانا تیار کر لیا ہے۔“

”مزا آ گیا تمام ڈشز میری پسند کی ہیں۔“

ہیمان شاہ ایک ایک ڈش کا ڈھکن اٹھاتا مسرور ہو کر بولا تھا۔ ”آپ کو کیسے پتہ چل گیا تھا کہ میں آنے والا ہوں۔“ نور مسکراتے ہوئے پاستہ باڈل ربانی کی پلیٹ میں نکالنے لگیں۔

”ہوی بیٹا! تمہاری مام اور میں حج کے لئے جا رہے ہیں۔“

”دائمی مام! بابا! ہم نے سوچا اپنے فرض سے سبکدوش ہونے کے بعد کیوں نہ اللہ کے گھر کی زیارت بھی کرتا میں کیا پتہ اس کی جانب سے کب بلاوا آ جائے۔“

”کب جا رہے ہیں آپ لوگ؟“

”کل کی فلائٹ ہے۔“

”مجھے بتا دیتیں تو میں میننگ کینسل کر کے واپس آ جاتا۔“

”اسی لئے میں نے تمہاری مام کو منع کر دیا تھا۔ تمہیں پتہ چل جاتا تو فوراً واپس آ جاتے۔“

”تو ٹھیک تھا نہ ڈیڈ آپ لوگوں سے بڑھ کر تو کچھ بھی نہیں ہے۔“ ہیمان شاہ ناراضگی سے کہنے لگا۔

”اچھا بابا غلطی ہو گئی آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔ باڈل ربانی کے کہنے پر سب ہی مسکرائے گئے۔

”تسہ بیٹی! یہ گھر کی چابیاں ہیں یہ گھر تمہارے حوالے مجھے تم پر پورا بھروسہ ہے کہ تم میرے بیٹے اور اس گھر کا پورا خیال رکھو گی۔“

”نہیں مام! میں کیسے اتنی بڑی ذمہ داری اٹھا سکتی ہوں۔“

”کیوں نہیں اٹھا سکتیں تم اس گھر کی مالک ہو۔“ نور نے چابیاں امتثال کا ہاتھ تھام کر اس کا ہتھل پر رکھ دیں تو امتثال بلک اٹھی۔

”آئی لو یو مام! میں آپ کو بہت مس کر دوں گی۔“

آپ خدا کے گھر نہ جا رہی ہوتیں تو میں آپ کو کبھی نہیں جانے دیتی آپ نے اس ایک ماہ میں مجھے اتنی محبت دی ہے کہ میں ان محبتوں کے لئے ترس گئی تھی۔“ امتثال نور کے سینے سے لگی رو رہی تھی۔

”پاگل! اسمیں رونے کی کیا بات ہے۔“ نور اسے ڈو سے الگ کرتے ہوئے چپ کرانے لگیں۔

”تسہ ایک بات کہوں بیٹا جس طرح تم نے اس گھر کو اپنا لیا ہے ہوی کو بھی معاف کرو بیٹا! میں اس کی طرف داری نہیں کر رہی چاہتی ہوں تم دونوں ہمیشہ خوش رہو میں اپنے بیٹے کو بہت چاہتی ہوں اسے دکھی نہیں دیکھ سکتی تو میں نے تمہیں صرف بیٹی کہا ہی نہیں سمجھا بھی ہے۔ تم سے ملنے کے بعد تو میری بیٹی کی خواہش بھی پوری ہو گئی اور مجھے پوری امید ہے تم میری باتوں پر ضرور غور کرو گی۔“

”مام! میں کیسے معاف کر دوں صرف ان کی وجہ سے مجھے اور میرے مرنے ہوئے ماں باپ کو بے عزت کیا گیا مجھے اپنی تعلیم اپنے بابا کا خواب ادھورا چھوڑنا پڑا امتثال سوچ کر رو گئی۔

”تھینکس مام!“

”وہ کس لئے۔“

”امتثال کو اس گھر کا حصہ بنانے اسے اتنی محبت دینے کے لئے۔“

”یہ میں نے اپنے بیٹے کے لئے کیا ہے کسی ٹھیکس کے لئے نہیں۔“ نور پیننگ کرتے ہوئے

حروف سے انداز میں کہہ رہی تھیں۔ مام! میں نے سے یوں بے تحاشہ ہنستے ہوئے دیکھا تو بتا نہیں سکتا کہ کتنی خوشی ہوئی۔“

”میں جتنا کر سکتی تھی ہوی وہ میں نے کر دیا مہارے ڈیڈ تمہیں اسلام آباد بھیجنا ہی نہیں چاہتے تھے انہوں نے تمہاری سیٹ کنفرم کروادی تھی میں

نے اسٹی کے ساتھ مل کر باڈل کو مجبور کر دیا۔ صرف اس لئے کہ میں چاہتی تھی کہ تم کچھ دنوں کے لیے یہاں سے دور چلے جاؤ تمہاری موجودگی میں امتثال اتنی جلد ہم میں کھل نہ سکتی تھی۔ اور یہ آئیڈیا تم نے ہی دیا تھا۔ اور تم ٹھیک کہتے تھے وہ محبتوں کی تری ہوئی ہے اور دیکھو میں نے اسے اس گھر کا حصہ بنا دیا۔ لیکن تمہیں اب خود اس کی تمام غلط فہمیاں دور کرنی ہیں۔“

”او تھینک یو مام! یو آر دی گریٹ۔“ ہیمان شاہ نے خوشی سے نور کو گھما ڈالا۔

”اب یہاں سے چلتے پھرتے نظر آؤ مجھے اپنی پیننگ کو فائل بچ دینا ہے۔“

”جو حکم عالی جاہ۔“

□□□

مسٹر اینڈ مسز باڈل ربانی کو گئے ڈیڈ گھنٹہ ہونے کو آ رہا تھا اس وقت سے اب تک امتثال یونہی سوچوں میں گم بیٹھی تھی۔ اب جانے کیا ہو مام ڈیڈ تھے تو مجھے بھی سہارا تھا اب اس اکیلے گھر میں ان کے ساتھ مجھے تنہا رہنا پڑے گا اور جانے وہ میرے ساتھ کیا سلوک کریں۔ جب بابا اور ماما مجھے تنہا چھوڑ گئے تھے تو ماما نے مجھ سے جینے کا حق ہی چھین لیا تھا اور یہ انسان تو ماما سے بھی زیادہ برا ہے نہیں ماما سے تو اچھا ہے اس ایک ماہ میں اس نے میری مرضی کے بغیر کتنی مخاطب بھی نہیں کیا شاید اپنے پیرنس کی وجہ سے مام بھی بھی تو کتنی اچھی۔ اب میں یہاں نہیں رہوں گی۔ لیکن میں جاؤں گی کہاں میرا تو کوئی گھر بھی نہیں ہے اور مام کتنے بھروسے سے مجھے اس گھر کی چابیاں سونپ کر گئی ہیں۔ ان کی محبتوں کا کیا یہی صلہ ہے کہ میں ان کی غیر موجودگی میں یونہی سب کچھ چھوڑ کر چلی جاؤں۔ انہوں نے یہ جانتے ہوئے

کہ میں ان کے بیٹے کو پسند نہیں کرتی مجھے بٹی بنایا مجھ پر بھروسہ کیا میں یہاں سے نہیں جاسکتی لیکن رہ بھی تو نہیں سکتی۔“ امتثال گھٹنوں میں سر دیئے رونے میں مشغول تھی۔

”کیوں نہیں رہ سکتی یہ گھر میرا بھی تو ہے میں یہاں ایسے ہی تو نہیں آئی ہیمن شاہ نے جیسے بھی سہمی میری شادی ہوئی ہے۔ میرا دل نہیں مانتا اس شادی کو لیکن حقیقت جھٹلائی بھی تو نہیں جاسکتی۔ ہیمن شاہ چاہے بہت برا انسان ہے پھر بھی تو میرا شوہر میں کب تک سچائی سے بھاگتی رہوں گی۔“ امتثال نے گھٹنوں سے سر اٹھایا دونوں ہاتھوں سے آنسو صاف کرتی بیڈ سے اتر گئی۔ دوپٹہ کاندھوں پر درست کرتی آگے بڑھی اور کمرے کے بیچوں بیچ کھڑے ہیمن شاہ سے ٹکرائی ہیمن شاہ نے گھبرائی اور روئی روئی سی امتثال کو بازو سے تھام کر بیڈ پر بٹھایا اور جگ میں سے پانی انڈیل کر اس کی طرف بڑھایا جسے وہ خاموشی سے منے لگی۔ ہیمن شاہ گلاس ٹیبل پر رکھ کر پلٹا تو وہ اپنا مشغل پھر سے جاری کر چکی تھی۔

”آپ کو اس گھر میں کوئی پریشانی ہے اس ایک ماہ میں میری ذات آپ کی راہ میں بھی رکاوٹ بنی میں نے زبردستی آپ سے کوئی تعلق قائم کرنے کی کوشش کی۔ میں آپ سے پوچھ رہا ہوں۔“ ہیمن شاہ کے زور سے بولنے پر امتثال نے ڈر کرنشی میں گردن ہلادی۔

”جب ایسی بات ہے ہی نہیں تو آپ ہر وقت روتی کیوں رہتی ہیں۔ کیوں مجھے ہر وقت احساس دلاتی ہیں کہ میں بہت برا انسان ہوں آپ کے ساتھ بہت غلط کر چکا ہوں کیا آپ سب کچھ بھلا کر ایک نئی زندگی شروع نہیں کر سکتیں۔“

”بھول جانا آپ کے لئے آسان ہو گا کیا، آپ کو کسی نے غلط نہیں ٹھہرایا بے عزت تو میں، میرے ماں باپ ہوئے مجھے اپنی تعلیم کو خیر باد کہنا، صرف آپ کی وجہ سے نہ آپ یوں سر نام بہل کر میری تذلیل کرتے نہ یہ سب ہوتا لیکن آپ اس سے کیا فرق پڑتا اور کیا اتنی لڑکیوں میں میں، نظر آئی تھی آپ کو تماشہ بنانے کے لئے۔“

”آپ کب تک اس بات کو دہرائی رہیں گی ہیمن شاہ بہت ضبط سے کام لے رہا تھا۔

”محبت پر کسی کا اختیار نہیں ہوتا اور میری یہ خودی مجھے یہاں تک لے آئی کہ میں آج کسی سامنے جوابدہ ہوں۔“ امتثال اس کی محویت سے کم کر رخ موڑ گئی۔

”شال! تم نے کبھی محبت کی ہے؟“ وہ بہت دوستانہ لہجے میں پوچھ رہا تھا۔ ”میں نے اپنے خوابوں، ان میں بھی دو سیاہ ستارہ سی آنکھوں سے مدھری ہنسی دلکش سراپے سے بہت ٹوٹ کر محبت کی ہے۔ میں اس کی یاد کی مہک من میں بسائے بہت دور تک گیا، محبت، عشق بن گئی اس کی تلاش ختم نہیں ہوئی۔ اور جب دیوانگی کے ہاتھوں سب گنوا بیٹھا، الزام محبت کے سوا کچھ نہیں ملا اور یہ الزام تو ان کھٹائیوں سے بھی بڑھ کر حسین تھا جواست پالنے کے لئے اٹھائی تھیں۔ شال! ایک بار محبت کر کے دیکھو میرا ہر جرم قابل معافی لگے گا۔ میری خطا ایسی بڑی نہیں ہے کہ میں تنہائی کی لمبی سزا کا مستحق ٹھہروں۔“ ہیمن شاہ شدت جذبات سے متاثر لہجے میں کہتا ایک دم احساس ہونے پر خود کو سنبھالا بات بدل گیا۔



”خیریت! تو اس وقت یہاں کیا کر رہا ہے؟“

”واپس چلا جاؤں۔“

”میں نے یہ کب کہا اتنے غصہ میں کیوں ہے بھابی سے لڑ کر تو نہیں آ گیا۔“

”بکواس نہیں کر اسنی تو صرف دو دن میں گھبرا گیا۔“

”نام کو گئے چار دن ہو گئے ہیں۔“ اس کے قہقہے کرنے پر اسنی نے زوردار قہقہہ لگایا تھا۔ ہیمن شاہ اسے گھور کر رہ گیا۔ تو کیوں پریشان ہو رہا ہے جب تیری فکر کرنے والی آگئی ہے۔“

”یہی تو پرالہم ہے کہ اسے میری کوئی فکر نہیں ہے۔“ ہیمن شاہ سوچ کر رہ گیا۔ ایسا پہلی دفعہ ہوا تھا کہ وہ اسنی سے کچھ چھپا رہا تھا۔ ”میں نے تجھ سے کچھ کام کہا تھا۔“

”ٹھیکس اسنی ہیمن شاہ نے اس کے ہاتھ سے پیرز لے لئے۔“

□□□

”اپنے بارے میں کبھی کچھ نہیں بتایا۔“ ہیمن شاہ اسے بہت دوستانہ لہجے میں پوچھ رہا تھا اور وہ خاموشی سے ٹیبل پر انگلی سے آڑی ترچھی لکیریں کھینچ رہی تھی۔

”آپ کو کھانا کس نے پکانا سکھایا تھا بہت مزے دار بناتی ہیں۔“

”ماما نے وہ چاہتی تھیں میں عام لڑکیوں کی طرح گھر بیلو کاموں میں دلچسپی لوں۔ مجھے یہ سب اچھا نہیں لگتا تھا اور ماما جب بھی کوئی کام کہتی تھیں میں بابا کے پاس دوڑ کر چلی جاتی تھی۔ میں اپنے بابا سے بہت محبت کرتی تھی اور وہ بھی مجھے بہت چاہتے تھے۔ میں اور بابا روزینس اور شطرنج کھیلتے تھے اور پتہ ہے بابا کو میں دونوں ہی گیم بے ایمانی سے ہرادی تھی بابا کو معلوم تھا میں چیننگ سے جیتی ہوں مگر وہ

میری خوشی کی وجہ سے ہار کر بھی مسکراتے اور روز رات کو مجھے سزا کے طور پر آنسکریم کھلانے لے جاتے تھے۔“ ہیمن شاہ بہت دلچسپی سے اس کو سن رہا تھا۔ ”ماما بابا پر بہت غصہ ہوتی تھیں کہ وہ ہر وقت میرے ساتھ بچی بنے رہتے ہیں جبکہ میں اب بڑی ہو چکی ہوں مجھے کھانا پکانا سلائی کڑھانی یہ سب سیکھنا چاہیے اور جب میں میٹرک کے ایگزیم کے بعد فارغ ہوئی تو وہ یہ سب مجھے زبردستی سکھا رہی تھیں اور ایک دن بریانی پکاتے ہوئے میرا ہاتھ جل گیا تھا بابا نے ماما کو بہت ڈانٹا اور ماما میرے جلے ہاتھ کو دیکھ کر بہت روتی تھیں۔ ماما مجھ سے بہت محبت کرتی تھیں مگر وہ اپنے اصولوں میں بہت کچی تھیں۔ بابا میرے ایوارڈز اور میڈلز دیکھ کر خوش ہوتے تھے اور ماما جب میں کوئی نئی ڈش بناتی یا کام میں ان کا ہاتھ بٹاتی تھی اور پھر جانے کس کی نظر لگ گئی۔ ماما اور بابا ایک ایکسڈنٹ میں مجھے تنہا چھوڑ کر چلے گئے جب میں فرسٹ ایئر میں داخل ہی ہوئی تھی اور وہ دونوں مجھے تنہا کر کے ابدی نیند سوئے۔ میں روتی تڑپتی لیکن میرے ایک آنسو پر بے چین ہو جانے والے بابا نے مجھے چپ نہیں کروایا۔ میں ایک دم سے بے سہارا ہو گئی تھی۔ ماموں جان مجھے اپنے ساتھ کراچی لے آئے اور ماما کو میرا آنا پسند نہیں آیا۔ اپنے گھر میں مل کر پانی نہ پینے والی امتثال آفندی ماموں کے گھر میں نوکروں کی طرح کام کرتی تھی۔ میرے بابا کی جو تھوڑی بہت دولت تھی وہ ماما نے اپنے نام کرنے کی وجہ سے مراد سے میری منگنی کر دی۔ وہ مجھے بالکل بھی اچھا نہیں لگتا تھا مگر میں بہت مجبور تھی۔ ماما نے ایک احسان مجھ پر کیا تھا کہ میری تعلیم ادھوری نہیں چھوڑی تھی۔ مجھے ماما اور بابا بہت یاد آتے لیکن میں انہیں واپس نہیں لاسکتی تھی۔“

امتثال ایک خواب کی سی کیفیت میں کہتے کہتے چپ ہو گئی اور ہچکیوں سے رونے لگی۔ ہیمن شاہ گھبرا گیا اس کے بہتے آنسوؤں پر بند اس لئے نہیں باندھا کہ وہ چپ نہ ہو جائے اور اب وہ ہلک رہی تھی تو اسے برداشت نہ ہوا کچن میں سے پانی لا کر دیا۔

”آئی ایم سوری!“ امتثال اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو نظر انداز کرتی دوڑ کر اندر چلی گئی۔ ہیمن شاہ اس کے پیچھے جانے کی بجائے واپس وہیں بیٹھ گیا۔

□□□

ہیمن شاہ بیڈ پر نیم دراز سعد اللہ شاہ کا مجموعہ کلام ”خوشبو سنہنچالی جائے“ پڑھنے میں مشغول تھا چھن چھن کی آواز پر کتاب سے نگاہ ہٹائی۔ امتثال دہن بنی مسکراتے ہوئے اسی کو دیکھ رہی تھی اور اس کے ہاتھ میں پائل تھی جسے چھنکا کر متوجہ کیا گیا تھا۔ ہیمن شاہ پیروں پر ڈلا کھل ہٹاتا بیڈ سے اترنے کو تھا کہ امتثال اس کے پاس بیڈ کے کونے پر بیٹھ گئی اور اس کے حیران چہرے کو دیکھتے ہوئے اس کا بھاری مردانہ ہاتھ اپنے نازک ہاتھ میں لے کر اس پر اپنے لب رکھ دیئے اور آہستگی سے چھوڑ کر پائل اس کی آنکھوں کے سامنے لپرائی۔ ہیمن شاہ اس کے بدلے روپ کو دیکھتا حیرانگی سے مسکرایا اور وہ پائل قھام کر نیچے کارپٹ پر دوڑا نو بیٹھ گیا۔ امتثال نے چنگی سے تھوڑا سا لہنگا اوپر کیا اور ہیمن شاہ جھک کر اس کے خوبصورت چہرے میں پائل پہنانے لگا کھنکا لگتے ہی اس کی آنکھ کھل گئی۔ ہیمن شاہ نے سائیڈ لیپ آن کیا ہلکی سی روشنی بکھرتے ہی اس کی نظر سامنے صوفے پر سوئی امتثال پر پڑی تو یہ خواب تھا گھڑی اٹھائی جو ساڑھے پانچ بج رہی تھی اور موذن کی آواز اس کے کانوں میں پڑ رہی تھی۔ آج میں

ایک گھنٹے لیٹ اٹھا ہوں اور موذن کی آواز اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ خواب سچ ضرور ہوگا۔

اس نے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے سوچا۔ خواب کتنا حسین تھا کاش یہ حقیقت ہو جائے امتثال میرے کتنے نزدیک تھی ہیمن شاہ نے اپنے دائیں ہاتھ کو دیکھا وہ لمبے سے اب بھی محسوس ہو رہا تھا۔ امتثال سرخ عروسی جوڑے میں کتنی حسین لگ رہی تھی اور وہ پائل پائل کا ذہن میں آتے ہی اس نے ہاتھ بڑھا کر دراز کھولی اور کھلی ڈبیا باہر نکال کر کھولی تو وہ خالی تھی۔ پائل کہاں گئی۔ اس نے پوری دراز الٹ پلٹ دی جا کہاں سکتی ہے میں نے خود اس میں رکھی تھی اور یہ کس سے تو پائل کہیں امتثال نے تو نہیں نکالی اس نے سوئی ہوئی امتثال کو دیکھا کھل اڑھے وہ بہت سکون سے سو رہی تھی۔ یہ کیوں نکالے گی۔ وہ پر سوچ انداز میں اسے دیکھ رہا تھا۔ کہ چونک گیا۔ اور تھوڑا سا آگے بڑھ کر صوفے کے پاس پڑی پائل کو اٹھالیا۔ یہ یہاں کیسے آئی کہیں امتثال نے یہ پہن تو نہیں رکھی تھی۔ اگر پہنی ہوئی ہوتی تو مجھے پتہ تو چلتا۔ کیسے پتہ لگتا میں نے ان کے پیر دیکھے تھے کیا آواز سے امتثال نے کروٹ لی تھی اور اس کے پیر میں موجود پائل کی چھنکار اسے متوجہ کر گئی۔ کروٹ لینے کی وجہ سے کھل تھوڑا سا سرک گیا تھا اور اس کے پیر جھانک رہے تھے۔ ہیمن شاہ نے اس کے پاؤں میں موجود پائل کو دیکھا اور مسکراتے ہوئے فریش ہونے چلا گیا۔

”آپ کچھ ڈھونڈ رہی ہیں۔“ ہیمن شاہ نے اسے صوفے پر بے تابی سے کچھ تلاشتے ہوئے دیکھا تو پوچھنے لگا۔

”نہیں نہیں تو میں کیا تلاش کروں گی۔“ اس کے جھوٹ پر وہ مسکرا کر خاموش ہو گیا۔

”ناشتہ میں باہر سے لے آیا ہوں آپ جلدی سے یہیں لے آئیں اب تو بہت بھوک لگنے لگی ہے۔“

”ایم سوری! آہ میری آنکھیں نہیں کھلی۔ فجر کی نماز قضا ہو گئی اور آپ کٹاؤس سے بھی دیر ہو گئی۔“

”کوئی بات نہیں اور آج سنڈے ہے۔“ وہ

بوکھلا کر بیڈروم سے باہر تھی۔ اسے اپنے پیچھے ہیمن شاہ کا قہقہہ سنائی دیا تو اپنی غلط فہمی پر ہنسی آگئی کہ آج وہ کتنا بوکھلا گئی ہے صرف ایک پائل کی وجہ سے جو جانے کہاں گم ہو گئی تھی۔

انتال! ہل ہل کر تھک گئی لیکن ہیمن شاہ اب تک نہیں آیا تھا، گھڑی ساڑھے بارہ بج رہی تھی اور ایسا پہلی بار تھا کہ اتنی رات کو وہ غائب تھا ورنہ وہ تو سات بجے گھر آ جاتا تھا اور واک کے لئے رات کو دس بجے جاتا اور واپسی گیارہ بجے ہو جایا کرتی تھی اور آج تو حد ہو گئی تھی وہ دوپہر کا کھانا کھا کر گیا تھا اسنی کے گھر کا کہہ کر اور اب تک نہیں آیا تھا۔ میں کیا کروں؟ کس سے پوچھوں میرے پاس تو کسی کا نمبر بھی نہیں ہے۔ انتال نیلی فون کے پاس کھڑی ڈائری میں سے نمبر چیک کر رہی تھی جب دروازہ کھلنے کی آواز پر پلٹی۔

”آپ کہاں چلے گئے تھے؟ کچھ احساس ہے آپ کو میں یہاں کتنا پریشان ہو رہی تھی ایک فون ہی کر دیتے لیکن آپ کو کیا فکر تھی جو فون کرتے میں چاہے یہاں پر خوف سے میری کیوں نہ جانی۔“ وہ بہت روتے ہوئے کہہ رہی تھی اور جیسے ہی اس نے غور سے ہیمن شاہ کو دیکھا تو اور شدت سے رونے لگی۔

”آپ کو کیا ہوا؟ یہ چوٹ کیسے لگی؟ آپ خاموش کیوں ہیں بتائیں یہ چوٹ۔“

”پلیز انتال ریلیکس! کچھ نہیں ہوا مجھے ایک معمولی سا ایکسیڈنٹ تھا۔“

”معمولی سا اپنی حالت دیکھی ہے آپ نے سر پر پٹی ہاتھ میں پٹی اور چہرے پر اتنی خراشیں اور آپ کو یہ سب معمولی سا لگ رہا ہے۔ دیکھ کر ڈرائیونگ کیوں نہیں کرتے آپ کو کچھ ہو جاتا تو میرا کیا ہوتا؟“ وہ اس کے سینے سے سر کا کر بلک اٹھی۔

”مجھے معلوم ہوتا کہ آپ مجھے زخمی دیکھ کر میرے سینے سے آ لگیں گی تو یہ ایکسیڈنٹ بہت پہلے خود کروا چکا ہوتا۔“ ہیمن شاہ کی سرگوشی پر وہ اس سے دور ہوئی تھی۔

”آپ بیڈروم میں جا کر آرام کریں میں آپ کے لئے کھانا لے کر آتی ہوں۔“ شرمندگی سے کہتے کچن میں چلی گئی۔

”میں کھانا کھا چکا ہوں ایک کپ چائے دیدیں۔“ فرج میں سے پانی کی بوتل نکال کر پانی پیا اور اوپر کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

”یہ دودھ پی لیں۔“ ہیمن شاہ نے اس کے ہاتھ سے گلاس لے لیا۔

”ایم سوری انتال۔“

”کوئی ضرورت نہیں ہے سوری کرنے کی۔“

”ٹھیک ہے پھر یہ دودھ کا گلاس بھی لے جائیے۔“

”خاموشی سے اسے فوراً ختم کریں۔ غلطی کی ہے اور غصہ بھی کر رہے ہیں۔ میں کتنا ڈر گئی تھی عجیب عجیب سے دوسو سے مجھے خوف میں مبتلا کر رہے تھے اور آپ نے تو کہہ دیا سوری چاہیے۔“

”انتال! بیٹھو یہاں۔“ ہیمن شاہ نے اس کا ہاتھ تھام کر روکا اور پیرسمیٹ کر بیٹھنے کی جگہ دی۔

”اسنی کے ساتھ وقت گزرنے کا پتہ ہی نہیں چلا اور نو

بجے اس کے گھر سے نکلا تو میرا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔“

”کسی صفائی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔“

”کیسے نہیں ہے انتال تم مجھے غلط سمجھتی ہو اور مجھ سے برداشت نہیں ہوتا انتال تم سوچتی ہو میں نے تمہاری قیمت ادا کی نہیں شال نہیں۔ میں تو داب میں بھی تمہارے بارے میں اتنے گھٹیا انداز میں نہیں سوچ سکتا۔ وہ قیمت تمہیں خریدنے کے لئے نہیں تھی ان لوگوں کی سوچ پر لگے تالے کو اور مجھے آلود کرنے کے لئے تھی اگر پیسے کا لالچ نہ دیتے تو وہ کبھی شادی کے لئے راضی نہ ہوتے اور تمہاری نظر میں وہ قیمت تھی انتال تو وہ واقعی قیمت تھی اور یہ لہت ہر بیٹی کے ماں باپ جہیز کی صورت ادا کرتے ہیں اور جانے کتنے ہی لوگ اپنے بیٹوں کو بیٹی والوں کے ہاتھوں فروخت کرتے ہیں۔ اور میں تو صرف بچے خواب کو پانا چاہتا تھا۔ تمہیں بخشی ذلت کو ختم کرنا

چاہتا تھا تا کہ تم ہمیشہ سراٹھا کر مان سے چلو۔ تمہاری آنکھیں حیا سے جھکیں کسی شرمندگی کا ان میں شاید تک نہ ہو۔“

”آپ نے یہ سب مجھ سے پہلے کیوں نہیں کہا؟ کیوں نہیں بتایا کہ آپ یہ شادی اپنے مفاد کی خاطر نہیں میری خاطر کر رہے ہیں؟ کیوں میری ہر غلط بات خاموشی سے سہتے رہے میں نے اس دن آپ کو کیا کچھ نہیں کہا اور آپ نے پلٹ کر ایک لفظ نہیں کہا۔ میں آپ کو غلط سمجھتی رہی اور آپ تماشا دیکھتے رہے پہلے ہی کیوں نہ میری ہر غلط فہمی کو دور کر دیا۔ بولیں ہیمن! کیوں خاموش رہے۔“

”ایک بار اور کہو شال تمہارے منہ سے اپنا نام بہت اچھا لگا۔ انتال نے کچھ کہے بنا پلکیں جھکا دیں۔“

”جانتی ہو شال اسی لئے میں خاموش رہا میں چاہتا تو پہلے ہی سب کچھ بتا دیتا لیکن میں تو اس دن کے انتظار میں تھا جب تم خود دل سے مجھے محسوس کرو گی تمہاری ان حسنین آنکھوں میں اپنا عکس اترتے دیکھنا چاہتا تھا اور جب تم نے مجھے دل سے قبول کر لیا تو میں نے اپنا ہر خواب تمہیں کہہ سنایا اب تم ان کی تعبیر میں دیر نہ کرو۔“ ہیمن شاہ نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔

”پلیز رہنے دو میرے ہاتھ میں پٹی نہ بندھی ہوتی تو تم بھی ہاتھ نہیں نکال سکتی تھیں۔ دوبارہ اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے شرارت سے کہا تھا۔

”آپ کو میرے دل کی کیسے خبر ہوئی کہیں خواب میں تو نہیں دیکھا تھا۔“

”دونوں باتیں ہیں۔ رات کو خواب میں میں تمہیں پائل پہنا رہا تھا دراز میں سے وہ بکس تولانا انتال مجھے اپنے خواب کو سچ کرنا ہے۔“

امثال ایک دم گھبرا گئی۔

”وہ پائل کیا ضروری ہے؟“

”بہت ضروری ہے جناب آپ کو پتہ نہیں ہے کتنی مشکل سے یہ ڈیزائن پسند کر کے تمہاری منہ دکھائی کے لئے بنوائی گئی۔“

”رہنے دیجئے بعد میں میں خود پہن لوں گی۔“

”پلیز شال! لے آؤ نا۔ اچھا میں خود نکال لیتا ہوں۔“

”میں ابھی لے کر آتی ہوں۔“

”رکو امثال۔“

”آپ کو وہ پائل نہیں چاہئے۔“

”میں کہہ رہا تھا جب لوٹو تو اپنا عروسی لہنگا پہن کر میں تمہیں اس ڈریس میں دیکھنا چاہتا ہوں۔“ اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے اسے حیران چھوڑ کر آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا۔

امثال کافی دیر سے شش درج میں تھی کہ اسے کس طرح اٹھائے۔ پتہ نہیں جاگ بھی رہے ہیں یا سو گئے ہیں۔ امثال کچھ سوچتے ہوئے مسکرا دی۔ ہیمن شاہ نے چمن چمن کی آواز پر آنکھیں کھولیں تو سامنے ہی امثال عروسی جوڑے میں تمام تر حشر سامانوں کے ساتھ موجود تھی۔ ہیمن شاہ اسے مہبوت سادیکھے گیا کہ وہ اس کے برابر بیڈ کے کونے پر ٹکس گئی۔

”ٹیکس۔“ ہیمن شاہ اسے بہت پیار سے دیکھ رہا تھا۔ ”صرف ایک پائل پہناؤں گا دوسری کہاں ہے؟“

”ایم سوری ہیمن! وہ جانے کہاں گم ہو گئی۔ میں رات کو پہن کر سو گئی تھی اور صبح اٹھی تو ملی ہی نہیں۔“

”مجھ سے بنا پوچھے پہننے کی کیا ضرورت تھی؟“

”آپ کی اجازت کی کیا ضرورت تھی میری چیز

تھی اور میں نے لے لی۔“

”اور گم جو کر دی۔“

”یہ آپ کے پاس کیسے آئی؟“

”باتیں چھوڑو اور میرا آگے کرو۔“

”میں خود پہن لیتی ہوں آپ کے ہاتھ میں چوٹ لگی ہے۔“

”میں پہناؤں گا تو کبھی گرے گی نہیں۔“ امثال نے مسکرا کر پاؤں آگے کر دیا۔

”ایک کمی ہے۔“ ہیمن شاہ نے اسے اپنی نگاہ کے حصار میں باندھتے ہوئے پرسوج لہجے میں کہا۔

”کمی کیا؟ میں اچھی نہیں لگ رہی۔“

”میری آنکھوں میں دیکھو گی تو ہر جواب مل جائے گا۔“ امثال نے اپنی ساحت آنکھیں اٹھائیں پھر فوراً جھکا دیں۔

”تم بہت حسین لگ رہی ہو شال اتنی زیادہ کہ مجھے اپنی دھڑکنیں بند ہوتی محسوس ہو رہی ہیں۔“

ہیمن شاہ دیوانگی سے کہہ رہا تھا۔

”یار میرا ہر خواب مکمل ہو گیا میرا خواب تمہاری آنکھیں تمہیں اور ان کی تعبیر تمہاری آنکھوں میں میں صاف پڑھ سکتا ہوں۔ اپنا عکس ان سیاہ جھیلوں میں جگمگاتے دیکھ کر میں کتنا خوش ہوں! بتا نہیں سکتا۔“

ہیمن شاہ نے اسے خود سے نزدیک کرتے ہوئے سرگوشی کی تھی۔ امثال اسے الگ ہوتی گھبرا کر پوچھنے لگی۔

”آپ ابھی کسی کمی کی بات کر رہے تھے۔“

ہیمن شاہ اس کی اس ادھر اشاری تو ہو گیا۔

”شال! رات کو جو میں نے خواب دیکھا تھا وہ مکمل سچ ہو گیا لیکن۔۔۔۔۔۔“

”یہ ہاتھ میرے سامنے ایسے کیوں کر رہے ہیں۔“

”میں اسپر تمہارا لمس چاہتا ہوں تاکہ وہ کمی دور ہو جائے جو مجھے محسوس ہو رہی ہے کیوں میری خاطر میرے ایک خواب کی خاطر اتنا سنا نہیں کر سکتیں۔“ ہیمن شاہ دلچسپی سے اس کے سرخ چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

”کیا آپ خواب میں بھی ایسے ہی تھے؟“

”کیا مطلب ایسے ہی تھے؟ میں جیسا ہوں ویسا ہی دکھتا ہوں میرے سر پر سنگ نہیں نکل آتے۔“ ہیمن شاہ کے چڑنے پر وہ ہلکھلا کر ہنس پڑی۔

”میرا مطلب یہ تھوڑی تھا میں تو یہ پوچھ رہی تھی کہ آپ اس طرح تھے پیوں میں جکڑے۔“ وہ ہنسی رہ گئے دلچسپی سے پوچھ رہی تھی۔

”نہیں! تو اضافی والی بات ہو گئی۔“

”اس لئے کمی کا کیا ذکر۔“ وہ بہت صفائی سے خود بجا گئی۔

”تم میری اتنی ہی بات نہیں مان سکتیں۔“ ہیمن شاہ نے مصنوعی فحش دکھائی تھی۔

”اچھا پہلے ایک بات بتائیں کہ وہ ہاتھ کونسا تھا؟“ ہیمن شاہ نے پٹی بندھے ہاتھ کی طرف اشارہ کیا۔

”چلتے اب تو یہ خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔“

”دیکھا اب اس پر پٹی بندھ گئی ہے۔“ وہ مزے سے دس بلائے گی۔

”ٹھیک ہے میں دیوار ہی ہٹا دوں گا۔“ ہیمن شاہ نے بیڈ تیج کھولنے لگا۔

”یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔“ امثال نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور ایک نظر اس کے ناراض چہرے اٹل کر اپنے گلابی لب اس کے ہاتھ پر رکھ دیئے۔

ہیمن شاہ نے زبردست قہقہہ لگایا تھا۔ امثال

بھینپ گئی۔ ہیمن شاہ یک دم چونکا۔

”شال! تم کبھی شیریں گئی ہو۔“

امثال خود کو سنبھالتی لکشی میں سر ہلا گئی۔

”سوچ کر جواب دو شال تم گئی ہو۔“

”ادہاں میری فریڈ تھی نہ ثانیہ ایک دفعہ اس کے ساتھ گئی تھی اس نے شیریں میں برتھ ڈے پارٹی ارنج کی تھی۔ ۱۶ اکتوبر دو پہر ۲ بجے۔ ڈیٹ تو یہی تھی شاید

ٹائم بھی یہی ہو رہا ہو لیکن آپ کیوں پوچھ رہے ہیں۔“

”مجھے یقین تھا وہ تم ہی ہو اور میں نے ہر ایک لڑکی کی جو وہاں موجود تھی آنکھیں چیک کی تھیں۔“

اسٹی نے تو میرا بہت مذاق اڑایا تھا۔ میں اپنے اس ادھورے یقین کو مکمل کر دینا چاہتا تھا۔ اسی لئے اتنے فسوں خیز لمحے سے پہلو تپی کر گیا لیکن اب ہمارے بیچ کوئی نہیں آ سکتا۔“ ہیمن شاہ امثال کو خود سے نزدیک کر کے اس کی نرم زلفوں اور حسین آنکھوں کے سحر میں ڈوبنے لگا۔

”نام! آپ کی کہی ہر بات سچ ثابت ہو گئی میرا انتظار اسے میرے نزدیک لے آیا اور آج ہم

ایک ہو گئے ہیں۔ نام! ڈیڈا کر دیکھیں کہ آپ کے بیٹے نے دنیا کی ہر دولت کو پالیا ہے۔ اس کے خواب پورے اور محبت کی فتح ہو گئی ہے۔ بس آپ لوگ دعا

کریں کہ ہماری خوشیوں کو کسی کی نظر نہ لگے۔ امثال ہمیشہ میری آنکھوں کے سامنے خواب نہیں حقیقت بن کر رہے اور زندگی کا سفر چلتا رہے۔ (آمین)

✽